

مقام

امام ابی مطیع بلخی

رحمہ اللہ

المولود-۱۱۵ھ　　　　المتوفی-۱۹۹ھ

رشحات قلم

عنایۃ اللہ عینی



دار الامام الاعظمؒ

پشاور، پاکستان

مقام

امام ابی مطیع بلخی

رحمہ اللہ تعالی

المولود—١١٥ھ　　　　المتوفی—١٩٩ھ

رشحات قلم

عنایۃ اللہ عینی

امام وخطیب جامع مسجد انقلابی

دارالامام الاعظمؒ

00923139321056

پشاور، پاکستان

مقام امام ابی مطیع بلخیؒ

فہرست

پیش لفظ

ہماری زبان کا محاورہ ہے کہ میوہ دار درخت کو سبھی سنگ مارتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امام اعظمؒ اسلام کا ایک ایسا میوہ دار تناور درخت ہے، جس کی شاخیں (تلامیذ) پورے عالم اسلام پر سایہ فگن ہیں۔ اور جہاں جہاں ان کے شاگرد پھیل گئے، وہاں اس خطے کے باسیوں کو اپنے علم وتقوی کے سایہ میں دین اسلام کی ٹھنڈک سے محظوظ فرما گئے اور یوں امام اعظمؒ کے جیتے جی، دنیا کے کونے کونے تک ان کی تعلیمات پہنچ گئیں۔ ہر جگہ ہر سمت ان کے علم و فضل کے چرچے ہونے لگے۔

کچھ حضرات کو امام اعظمؒ ایک آنکھ نہ بھایا، علمی لحاظ سے آپؒ کا کچھ نہ بگاڑ سکے،البتہ انھوں نے نہ صرف آپؒ کی ذات بابرکات پر کیچڑ اچھالنے کی کوششیں کیں، بلکہ آپؒ کی بغض وحسد میں آپ کے قابل قدر تلامیذ رحمہم اللہ کو بھی اپنی نفرت کا نشانہ بنایا۔

....

وہ لوگ اور تو کچھ نہ کر سکے ،تاہم اپنے شعبہ علم حدیث میں اپنے ہی اصول جرح وتعدیل کے خلاف کرکے امام اعظم اور ان کے تلامیذ رحمہم اللہ پر بلا سبب جرح مبہم کے نشتر چلائے۔ ان حضرات کی بغض باطن کو داد دیجئے کہ انھوں نے ان مقدس ہستیوں کو صرف ضعیف کہنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ ان کو "وضاعین" تک کہہ کر ان پر تہمت وضع بھی اپنی طرف سے وضع کردیا۔ نسأل اللہ السلامۃ والھدایۃ۔

امام اعظمؒ کے ساتھ انکے جو شاگرد بھی ان حضرات کے رحم وکرم پر تھے ، ان میں ایک نامی گرامی شخصیت حضرت امام ابو مطیع بلخیؒ بھی شامل ہیں ۔ مقام حیرت ہے کہ سیدی امام اعظم اور انکے تلامیذ کی ثقاہت و فقاہت اور ان کی دفاع پر کتب وجود میں سامنے آئیں ، لیکن امام ابو مطیع بلخیؒ کی شخصیت پر کسی نے دفاعی تحریر نہیں لکھی۔ ہاں البتہ چند ایک محققین علماء حدیث و فقہ نے ان کی دفاع میں کچھ سطور تحریر کی ہیں ۔

....

سبب تالیف

امام ابو مطیع بلخیؒ کے حوالے سے کافی دنوں سے میں محسوس کررہا تھا کہ ان کی شخصیت اور فقاہت پر کچھ لکھوں، لیکن اپنی کم بضاعتی اور دیگر مشاغل میں مصروفیت کی بناء پر لکھنے سے قاصر رہا۔

کچھ دنوں پہلے سوشل میڈیا پر اشاعرہ اور سلفیہ عربی فرقوں کا آپس میں ذات خداوندی کے متعلق بحث مباحثہ چل رہا تھا۔ اسی اثناء میں مخالف نے اپنے ایجاد کردہ عقیدہ کی تائید میں الفقہ الابسط کتاب سے امام ابو مطیع بلخیؒ کی روایت سے امام اعظمؒ کا قول نقل کیا۔

بس پھر کیا تھا کہ ہمارے اشعری بھائی نے سلفیوں کی ایجاد کردہ عقیدہ کی ضد میں امام ابو مطیع بلخیؒ کو برا بلا کہنا شروع کردیا اور یہاں تک کہ امام ابو مطیع بلخیؒ کی تکفیر کردی۔

یہ دیکھ کر میری دینی غیرت گوارا نہ کرسکی، اور اس سے تو اس ناسمجھ اور کم علم اشعری بھائی کو امام ابو مطیعؒ

اور امام اعظمؒ سے انکی روایت کردہ کتاب الفقہ الابسط کی اس متنازعہ عبارت کے حوالے سے خوب سمجھایا ۔ پھر خیال آیا کہ ناجانے کتنے ہی اہل علم اسی طرح ان محدثین کی کتب سے ہمارے امام اعظمؒ کی مقرر کردہ چالیس رکنی اہل علم مجتہدین کمیٹی کے رکن امام ابو مطیع بلخیؒ پر بلا فکر و تحقیق کئے من عن جروحات نقل کرتے ہیں ۔

اسی سوچ کے پیش نظر امام ابو مطیع بلخیؒ کی شخصیت ان کی فقاہت اور علماء اسلام میں ان کی قدر منزلت پر کچھ سطور تحریر کئے ہیں تاکہ آئیندہ ان کی ذات پر بغیر علم و تحقیق کے کیچڑ نہ اچھالا جائے، اور اہل تحقیق کے لئے یہ تحریر آنکھوں کی ٹھنڈک بنے ۔ اللہ تعالی قبول فرمائیں ۔

عنایۃ اللہ عینی (کان اللہ لہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل: تعارف امام ابو مطیع بلخیؒ

نام ونسب

امام ابو مطیع بلخیؒ کا پورا نام حکم بن عبداللہ بن مسلمہ بن عبدالرحمن البلخی ہے (۱)۔

مشائخ

امام ابو مطیعؒ ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ [ت: ۱۵۰] کے کبار تلامذہ میں سے ہیں (۲)۔ حضرت امام اعظمؒ کی کتاب الفقہ الابسط کے راوی ہیں۔

....

۱)۔ البغدادی، ابوبکر الخطیب، ت ۴۶۳، تاریخ بغداد ۸\۲۱۸۔ القرشي، عبدالقادر، ت ۷۷۵،الجواہر المضیہ في طبقات الحنفیہ ۲\۲۶۵۔ ابن قطلوبغا، زین الدین، ابوالفداء، ت ۸۷۹، تاج التراجم ۱\۳۳۲۔

۲)۔ الذہبی، شمس الدین، ت ۷۴۸، تاریخ الاسلام ۱۸/۱۵۸۔ القرشی، الجواہر المضیہ ۲/۲۶۵۔

ان کے علاوہ ...

عباد بن کثیر [ت: ۱۴۱]،

عبدالرحمن بن حرملہ [ت: ۱۴۵]،

ہشام بن حسان [ت: ۱۴۶]،

ابن جریج [ت: ۱۵۰]،

عبداللہ بن عون [ت: ۱۵۱]،

ابن ابی عروبہ [ت: ۱۵۶]،

ابراہیم بن طہمان [ت: ۱۵۸]،

سفیان ثوری [ت: ۱۶۱]،

ابو الاشہب جعفر العطاردي [ت: ۱۶۲]،

اسرائیل بن یونس [ت: ۱۶۲]،

حماد بن سلمہ [ت: ۱۶۷]،

مالک بن انس [ت: ۱۷۹]،

بکر بن خنیس [ت: ؟]،

منصور بن عبدالرحمن العدانی [ت: ؟]،

....

حسن بن دینار [ت : ؟]،

طالوت بن طریف[ت : ؟]،

عبیداللہ بن عمر [ت : ؟]،

وغیرہم رحمہم اللہ سے زانوئے تلمذ طے فرمایا[1]۔

تلامیذ

امام ابو مطیع بلخیؒ سے ایک جم غفیر نے تحصیل علم کیا[2]، جن میں ...

احمد بن منیع [ت : ۲۴۴]،

محمد بن مقاتل [ت : ۲۴۸]،

موسی بن نصر [ت : ؟]،

....

۱)۔ الرازي ، ابن ابي حاتم ، ت ۳۲۷ھ ، البغدادی ، الخطیب ، تاریخ بغداد ۸\۲۱۸۔ الجرح والتعدیل ۳\۱۲۱۔ الذھبي ، تاریخ الاسلام ۱۳\۱۵۸۔ المغلطائي ، علاء الدین ، ت ۷۶۲ھ ، اکمال تہذیب الکمال ۱۱\۱۰۔ العسقلاني ، ابن حجر ، ت ۸۵۲ ھ ، تہذیب التھذیب ۱۰\۳۱۱۔

۲)۔ الذھبی ، شمس الدین ، میزان الاعتدال ۱\۵۷۴۔

خلاد بن اسلم الصفار[ت: ۲۴۹]،

قاسم بن زربق[ت: ۲۰۱]،

سلمہ بن بشیر نیشا پوری[ت: ؟]،

ہشام بن عبیداللہ رازی [ت: ۲۲۱]،

علی بن ہاشم بن مرزوق [ت: ؟]،

عبداللہ بن ولید بن مہران مدائنی[ت: ؟]،

عقیق بن محمد[ت: ؟]،

نصر بن زیاد[ت: ؟]،

علی بن حسین زہلی[ت: ؟]،

محمد بن قاسم بلخی[ت: ؟]،

محمد بن یزید سلمی[ت: ؟]،

زکریا بن ابي زکریا الفقیہ الحافظ[ت: ۲۳۰][1]۔

وغیرہم رحمہم اللہ انکے مشہور تلامیذ گزرے ہیں۔

....

۱)۔ المزي، جمال الدین، ت ۷۴۲ھ، تهذب الکمال في أسماء الرجال ۹\۳۷۸۔

الذهبي، تاریخ الاسلام ۱۳\۱۵۸۔

مقام و منزلت

امام ابو مطیع بلخیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین اور ایک ماہر فقیہ تھے (۱)۔ سولہ سال بلخ کے قاضی رہے ہیں (۲)۔ بلا جھجک حق پر قائل و عامل تھے (۳)۔

امام مالکؒ [ت: ۱۷۹] انکو "قام مقام الانبیاء" کے الفاظ سے یاد کرتے تھے (۴)۔

امام عبداللہ ابن مبارکؒ [ت: ۱۸۱] ان کی علمی بلند شان کے پیش نظران کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ابو مطیع بلخیؒ کا اہل دنیا پر احسان ہے۔ "له منة علی جمیع أهل الدنیا" (۵)۔

....

۱)۔ تاریخ بغداد ۸\۲۱۹۔ العسقلاني، ابن حجر، ت ۸۵۲ھ، لسان المیزان ۳\۲۴۶۔

۲)۔ تاریخ بغداد ۸\۲۱۸۔

۳)۔ الغزي، عبدالقادر التمیمي، ت ۱۰۱۰ھ، الطبقات السنیه في تراجم الحنفیه ۲۶۳۔

۴)۔ ۵)۔ تاریخ بغداد ۸/۲۲۰۔ تاریخ الاسلام ۱۳/۱۵۹۔ لسان المیزان ۳/۲۴۶۔

امام ابو یوسفؒ [ت: ۱۸۲] ان کے علو شان کے پیش نظر ان کے استقبال میں کھڑے ہوتے تھے اور ان کے ساتھ علمی بحث مباحثہ بھی کیا کرتے تھے (۱)۔

بلکہ امام معلی بن منصورؒ [ت: ۲۱۱] ان کی رحلت پر تو یہاں تک فرما گئے کہ امام ابو مطیع بلخیؒ جیسا پچھلے بیس سالوں سے کوئی نہیں دیکھا گیا۔ "لم يوجد هاهنا منذ عشرين سنة مثله"(۲)۔

امام عصام بن یوسفؒ [ت: ۲۱۵] فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو مطیع بلخیؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ہر (مسئلے کا) جواب انکے سامنے پڑا ہوتا تھا۔"لم أرى أحدا أفقه من أبي مطيع، كان الجواب بين عينيه" (۳)۔

....

۱)۔ تاریخ بغداد ۲۱۹/۸۔

۲)۔ تاریخ بغداد ۲۱۹/۸۔

۳)۔ الحارثی، ابو محمد، عبداللہ الاستاذ، ت ۳۴۰، کشف الآثار الشریفہ ۴۲۵/۲۔

مسیب بن اسحاقؒ [ت: بعد ۲۲۳] فرماتے ہیں کہ ہم جن کے سامنے (زانوئے تلمذ کے واسطے) بیٹھے، ان سب میں امام ابوحنیفہؒ جیسے بڑے فقیہ صرف امام ابو مطیع بلخیؒ کو پایا۔ "ما جلسنا الی احد کان افقه من ابی مطیع ما کان یشبه الا بابی حنیفة"[1]۔

ہمارے سادات حنفیہ (کثراللہ سوادہم) کے نزدیک ان کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے[2]۔ بلکہ امام غزی تمیمی حنفیؒ [ت:۱۰۱۰] نے ان کو "الإمام العالم العامل، أحد أعلام هذه الامة، ومن أقر له بالفضائل جهابذة الائمة" کے القابات سے یاد کیا ہے[3]۔

....

۱)۔ کشف الآثار الشریفہ ۲/۴۲۷۔

۲)۔ الخلیلی، ابویعلیٰ، الخلیل بن عبداللہ القزوینی، ت ۴۴۶، کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ص ۹۲۵۔ لسان المیزان ۳/۲۴۶۔

۳)۔ الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ ۲۶۳۔

امام خوارزمیؒ [ت: ٦٥٦] ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ " كان ابو مطيع حافظا متقنا "[1]۔ جب کہ امام محمود کفویؒ [ت: ۹۹۰] ان کے متعلق رقمطراز ہیں کہ امام ابو مطیع بلخیؒ "الفطن الزکی" تھے[2]۔ اور ملا علی قاریؒ [ت: ۱۰۱۴] نے ان کو "سيد أهل بلخ علما وعبادة و زهدا" کے القابات سے یاد کیا ہے[3]۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے ہر فن میں چار ہزار مشکل مسائل جمع کئے، اور انھیں امام اعظمؒ کو دکھا دیئے انھوں نے فرمایا کہ ان مسائل کی حسن دقائق اور عمدگی کی

....

۱)۔ الخوارزمی، ابو المؤید، محمد بن محمود بن محمد، ت ٦٦٥، جامع المسانید ۵۴/۲۔

۲)۔ الکفوی، محمود بن سلیمان، ت ۹۹۰، کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختارؒ ۱۰۸/۱۔

۳)۔ الملا علي القاري، نورالدین علي بن سلطان محمد، ت ۱۰۱۴، الاثمار الجنیۃ في اسماء الحنفیۃ ۲\۲۷۲۔

وجہ سے یہ مجھے پسند آگئے۔ ان مسائل کا مجموعہ تیار کرنا، ان کو ضبط تحریر میں لانا اور ان کے متعلق سوالات کرنا صرف اس شخص کیلئے ہی ممکن ہے، جو اصلی جبلت اور اچھی صحت کا حامل ہو۔ "قد أعجبنی حسن هذه المسائل ودقتها وجودتها،

ولم يكن جمع هذه المسائل، والسؤال عنها إلا لصاحب غريزة

ومعدة قوية"[1]۔

خطیب بغدادیؒ [ت:۴۶۳] ان کے متعلق رقمطراز ہیں کہ وہ ایک ماہر فقیہ تھے "كان فقيها، بصيرا بالرأی"[2]۔

امام شمس الدین ذہبیؒ [ت:۷۴۸] لکھتے ہیں کہ وہ فقہ میں ماہر، فقہی مسائل کے حافظ تھے۔ امام ابن مبارکؒ ان کا بڑا احترام اور قدر کرتے تھے۔ "كان بصيرا بالرأی، حافظا

....

۱)۔کشف الآثار الشریفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ ۴۲۵/۲۔ البلخی، صفی الدین، ابوبکر بن عمر بن محمد، الواعظ، ت ۶۱۰، فضائل بلخ ۱۴۶۔

۲)۔تاریخ بغداد ۱۲۱/۹۔

للمسائل"(۱)۔ دوسری جگہ ان کے متعلق محرر ہیں کہ وہ فقہ میں ماہر اور عظیم شان علامہ (بڑے عالم) تھے "کان بصیرا بالرأی، علامة کبیر الشأن"(۲)۔ ایک جگہ انکے متعلق فرماتے ہیں "بلغنا انه کان من کبار الامارین بالمعروف والناھین عن المنکر" (۳)۔

امام صلاح الدین صفدیؒ [ت: ۷۶۴] بھی انہیں "بصیرا بالرأی" کہہ چکے ہیں(۴)۔ اور یہی قول امام عبدالقادر قرشیؒ [ت: ۷۷۵] بھی فرما چکے ہیں کہ امام ابو مطیع بلخیؒ

....

۱)۔ تاریخ الاسلام للذہبیؒ ۱۰۹۷/۴۔

۲)۔ میزان الاعتدال ۵۷۴/۱۔

۳)۔ العبر فی خبر من غبر ۲۵۸/۱۔

۴)۔ الوافی بالوافیات ۱۷/۱۳۔

بصیرا بالرأی تھے[1]۔

امام ابن حجرؒ [ت:۸۵۲] نے حافظ ذہبی کی تائید میں امام ابو مطیعؒ کو "بصیرا بالرأی،علامة کبیر الشأن" مانا ہے[2]۔

امام ابو المعالی شمس الدین الغزیؒ [ت:۱۱۶۷] ان کے متعلق فرماتے ہیں "ابو مطیع الحکم بن عبد الله،الامام الحبر الفقیه"[3]۔

امام عبدالحیؒ لکھنویؒ [ت:۱۳۰۴] ان کے متعلق رقمطراز ہیں کہ وہ چوٹی کے فقہاء کرام میں سے تھے "کان من اجلة الفقهاء"[4]۔

....

۱)۔ الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ۲/۲۶۶۔

۲)۔ لسان المیزان ۳/۲۴۶۔

۳)۔ دیوان الاسلام ۴/۱۷۱۔

۴)۔ التعلیق الممجد شرح موطا الامام محمدؒ ۲/۱۳۵۔

فصل : قاعدۂ جرح وتعدیل

جاننا چاہیئے کہ جرح وتعدیل ایک اجتہادی امر ہوتا ہے چنانچہ شیخ ابن یتمیہ حنبلیؒ [ت: ۷۲۸] رقمطراز ہیں کہ ضعف حدیث کا نظریہ (محدث کی) اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے اسلئیے اس میں دوسرا (محدث اپنے علم کے مطابق) اس کی رائے کے خلاف بھی کرتا ہے۔ اور اس کے کئی ایک وجوہ ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ ایک محدث کسی ایک راوی کو اپنے علم کی روشنی میں ضعیف کہہ دیتا ہے جبکہ اسی راوی کے متعلق دوسرا محدث اس کی ثقاہت کا نظریہ رکھتا ہے۔ "اعتقاد ضعف الحديث باجتهاد قد خالفه فيه غيره۔ ولذلك أسباب: منها أن يكون المحدث بالحديث يعتقده أحدهما ضعيفا، ويعتقده الآخر ثقة"(۱)۔

....

۱)۔ ابن یتمیہ، تقی الدین، احمد بن حلیم، ت ۷۲۸، رفع الملام عن الائمۃ الاعلام ص ۱۵۔

حافظ منذریؒ [ت:٦٥٦] نے صاف فرمادیا ہے کہ جرح وتعدیل میں محدثین کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ اجتہاد کیوجہ سے فقہاء کرام کا اختلاف ہوتا ہے۔ "إختلاف المحدثين في الجرح والتعديل كإختلاف الفقهاء عن إجتهاد"(١)۔ اور اس میں اس کے صاحب سے سہو و خطاء بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ امام ذہبیؒ [ت: ٧٤٨] رقمطراز ہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے کی اجتہاد میں اس کے بھول چوک اور خطاء سے عصمت کے قائل نہیں ہیں۔ "فإنا لا ندعي العصمة من السهو والخطأ في الإجتهاد في غير الانبياء"(٢)۔

لهذا ایک ہی امام کی جرح و تعدیل کو قول فیصل اور وحی الٰہی قرار نہیں دینا چاہئیے۔ بلکہ دیگر ائمہ جرح و تعدیل

....

١)۔ المنذری، زکی الدین، عبدالعظیم، ابو محمد، ت ٦٥٦، جواب الحافظ المنذری عن اسئلة الجرح والتعدیل ٨٣۔

٢)۔ میزان الاعتدال ١/٣۔

کے اقوال بھی مطالعہ کرنا چاہیئے، اور حق تو یہ ہے کہ کسی راوی پر جرح و تعدیل دونوں کو امانتا و دیانتا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ امام ابن سیرینؒ [ت: ۱۱۰] اور امام عبداللہ بن مبارکؒ [ت: ۱۸۱] فرماگئے ہیں کہ محاسن و مساوی دونوں میں سے ایک کو ذکر نہ کرنا ظلم ہے (۱)۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ جرح و تعدیل میں اگر جرح مفسر بالسبب ہو اور تعدیل مبہم ہو، یا دونوں مفسر ہو، تو جرح مقدم ہوگی (۲)۔ نیز:- امام سیوطیؒ [ت: ۹۱۱] نے فرمایا "هذا هو الاصح عند الفقهاء والاصوليين۔ ونقله الخطيب عن جمهور

....

۱)۔ الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب البغدادي ص ۲۴۔ تذكرة الحفاظ للذهبي ۱\۲۷۶۔

۲)۔ جواب الحافظ المنذري عن أسئلة الجرح والتعديل ۲۷۔ السبكي الصغير، تاج الدين، عبدالوهاب، ت ۷۷۱، قاعدة في الجرح والتعديل ۵۷۔ لسان الميزان ۱\۲۱۱۔ السيوطي، جلال الدين عبدالرحمن، ت ۹۱۱، تدريب الراوي ۱\۳۶۴۔

العلماء"[1]۔

اور اگر جرح و تعدیل دونوں مبہم ہو یا جرح مبہم بلاسبب ہو تو تعدیل مقدم ہوگی [2]۔

....

ا)۔تدریب الراوي للسیوطیؒ ۱\۳٦۴۔

۲)۔النووي، محي الدین،ابو زکریا،یحیي بن شرف، ت٦٧٦،شرح مسلم ۱\۲۴۔ البخاري علاء الدین،عبدالعزیز بن أحمد، ت۷۳۰،کشف الاسرار شرح أصول البزدوي ۳\۱٦۸ ۔ قاعدة في الجرح والتعدیل ۵۷ ۔ العیني، بدرالدین، محمود بن أحمد، ت۸۵۵، البنایة شرح الهدایة ۱\۲٦٦۔ اللکنوي ، عبدالحیؒ، أبوالحسنات ، ت ۱۳۰۴ ، الرفع والتکمیل في الجرح والتعدیل ص ۱۲۰۔

فصل: ابو مطیع بلخیؒ پر انکے معاصرین کے آراء

اب آتے ہیں اپنی مقصود کی طرف ...

غور فرمائیں کہ امام ابو مطیع بلخیؒ ۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔ تاہم اس دوران کسی بھی ان کے ہم عصر محدث نے ان پر جرح نہیں کی۔ حالانکہ مثل مشہور ہے کہ ہمعصر خیر خواہ نہیں ہوتا۔ "المعاصر لا یناصر"۔

ہاں البتہ ان کے معاصرین میں سے ان کی تعریف ملتی ہیں۔ جیسا کہ خطیب بغدادیؒ [ت: ۴۶۳] نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام مالکؒ [ت: ۱۷۹] سے نقل کیا ہے کہ "ابو مطیع قام مقام الانبیاء"۔

یہی بغدادیؒ اپنی دوسری سند متصل کیساتھ امام ابن مبارکؒ [ت: ۱۸۱] کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابو مطیع بلخیؒ کا اہل زمانہ پر احسان ہے "له منة علی جمیع أهل الارض"(۱)۔

....

۱)۔ تاریخ بغداد ۲۲۰/۸۔

حافظ ذہبیؒ [ت:۷۴۸] اور حافظ ابن حجرؒ [ت:۸۵۲] لکھتے ہیں کہ امام عبداللہ ابن مبارکؒ امام ابو مطیعؒ کی تعظیم وتبجیل کرتے تھے۔ "كان إبن المبارك يعظمه ويجله" دوسری جگہ پہ لکھتے ہیں کہ مقاتل بن سلیمان اور موسی بن نصر رحمہما اللہ امام ابو مطیعؒ کی بہت عزت کرتے تھے۔ "كانا مقاتل بن سليمان و موسى بن نصر يجلانه"(۱)۔

خطیب بغدادیؒ بطریق قاسم بن زریقؒ سند متصل کیساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابویوسف رح ان کے استقبال میں کھڑے ہوتے تھے۔ ان سے حال احوال پوچھتے اورآپس میں بحث ومباحثہ کیا کرتے تھے (۲)۔

....

۱)۔ تاریخ الإسلام للذہبي ۱۵۸\۱۳۔ لسان المیزان ۲۲۰\۳۔

۲)۔ تاریخ بغداد ۲۱۹\۸۔

امام معلی بن منصورؒ [ت: ۲۱۱] ان کی رحلت پر تو یہاں تک فرما گئے، کہ امام ابو مطیعؒ جیسا پچھلے بیس سالوں سے کوئی نہیں دیکھا گیا۔ "لم یوجد ھا ھنا منذ عشرین سنۃ مثلہ"(۱)۔

یہ امام ابو مطیعؒ کے متعلق ان کے معاصرین کی آراء تھیں۔ جن میں کوئی جرح ثابت نہیں، بلکہ صرف ان کی تعریف وتوصیف بیان کئے ہیں۔ ہاں البتہ بعد والوں نے امام ابو مطیع بلخیؒ پر جرح کی ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کو امام ابو مطیعؒ کے ہمعصر کا ان پر کسی بھی سند متصل کیساتھ جرح ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ امام ابو مطیعؒ پر امام احمد بن حنبلؒ کے زمانے تک کوئی جرح نہیں ملتی، ہاں اگر ان پر جرح ہوتی ہے تو سب سے پہلے امام ابن سعدؒ [ت: ۲۳۰] اور امام احمدؒ کی جرح ملتی ہے۔

....

۱)۔ تاریخ بغداد۔ ۲۱۹/۸

فصل: امام ابو مطیعؒ اور جرحِ امام احمدؒ

بہرحال ان کے بعد میں آنے والے محدثین نے بغیر سند متصل کے اپنی اجتہاد سے ان کو صاحب الرائے اور مرجیٔ کے سبب سے ناپسند کیا۔ اور متاخرین نے اس جرح مبہم بلاسبب کی تقلید میں امام ابو مطیع بلخیؒ کو ضعیف بنا ڈالا۔

جیسا کہ امام عقیلیؒ [ت: ۳۲۲] نے عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ [ت: ۲۹۰] سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنے والد محترم امام احمد بن حنبلؒ [ت: ۲۴۱] سے امام ابو مطیع بلخیؒ کے متعلق پوچھا، تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اس سے روایت نہ لی جائے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ جنت اور دوزخ کو بنایا گیا ہے لیکن عنقریب وہ دونوں فنا ہو جائینگے۔ اور یہ جہم بن صفوان [ت: ۱۲۸] کا قول ہے۔ لہذا اس سے کسی قسم کی بھی روایت نہ لی جائے۔ "لا ینبغی أن یروی عنه، إنه کان یقول الجنة والنار خلقتا فستنفیان۔ وهذا کلام جهم، لا

....

یروی عنه شیئ"[1]۔

اول امر تو یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ابو مطیع بلخیؒ کو دیکھا نہیں تھا اور نہ ان سے خود سنا تھا، بلکہ ان کے بارے میں سنا تھا کہ وہ جنت و دوزخ کے فنا ہونے کا قائل ہے۔

امر ثانی یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے جرح صرف اس وجہ سے کی، کہ وہ ان کے نزدیک (نادانستہ طور پر) جہمی تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ امام ابو مطیع بلخیؒ نے الفقہ الابسط میں امام اعظمؒ کا قول اپنایا ہے کہ وہ بندہ کافر ہے جو یہ کہتا ہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے دخول کے بعد جنت اور دوزخ فنا ہوجائینگے، کیونکہ (اللہ تعالی ان دونوں کے دائمی ہونے کے قائل ہیں اور) یہ بندہ اللہ تعالی

....

1)۔ احمد بن حنبل ت ۲۴۱، العلل ومعرفة الرجال برواية ابنه عبدالله ۳/۲۹۹۔ العقیلي ، ابو جعفر، محمد بن عمرو، ت ۳۲۲، الضعفاء الکبیر ۱\۲۵۶۔ واللفظ له

کے قول کا انکار کرتا ہے ۔ "من قال أنهما (أی الجنة و النار) تفنیان بعد دخول أهلهما فیهما فقد کفر بالله تعالی لانه أنکر الخلود فیهما"(۱)۔

امر ثالث یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ دراصل امام اعظمؒ اوران کے تلامیذ سے اسلئیے روایت بیان کرنا پسند نہیں کرتے تھے ، کہ وہ انکو اہل الرائے سمجھتے تھے ، اور اہل الرائے اور اصحاب الحدیث کے درمیان عمل بالحدیث کے اصول پر اختلافات پائے جاتے ہیں ، اس وجہ سے اگر کوئی فقیہ "ثقہ اور صدوق" کتنا ہی کیوں نہ ہو محدثین کے نزدیک وہ اہل الرائے ہونے کی وجہ سے مجروح اور ضعیف ہیں۔

چنانچہ امام احمدؒ سے جب امام اعظمؒ کے شاگرد اسد بن عمروؒ [ت:۱۸۹] کے بارے میں پوچھا گیا، تو انھوں نے فرمایا کہ اسد بن عمرو سچا راوی ہے ، ابویوسفؒ [ت:۱۸۲]

....

۱) ۔ الفقہ الابسط ضمن العقیدہ وعلم الکلام للکوثریؒ ص ۶۱۳۔

بھی سچا راوی ہے، تاہم امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت نہ لیجائے "سألت ابی عن اسد بن عمرو قال: کان صدوقا وابویوسف صدوق ولکن اصحاب ابی حنیفة لاینبغی ان یروی عنهم"(۱)۔

امام احمدؒ اکیلے امام ابومطیعؒ کے متعلق "لاینبغی ان یروی عنه" نہیں کہا بلکہ ہر اہل الرائے سے روایت لینا پسند نہیں کیا کرتے تھے، حافظ ذہبیؒ رقمطراز ہیں کہ امام معلی بن منصور رازیؒ [ت:۲۱۱] موثق اور مشہور امام ہیں، لیکن امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ان کی اہل الرائے ہونے کی وجہ سے ان سے روایت نہ لی جائے(۲)۔

....

۱)۔ العلل ومعرفة الرجال ۳۰۰/۳۔

۲)۔ المغنی فی الضعفاء ۲۷۰/۲۔

محدثین کی اہل الرائے کے ساتھ اس روش پر امام عبدالحئی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ "ھو امر باطل"(۱)۔ کیونکہ فقہاء کرام کے بغیر حدیث کو سمجھنا مشکل ہے۔

....

۱)۔ الرفع والتکمیل ص ۸۳۔

فصل: فقہاء اور حدیث

چنانچہ امام اعمشؒ [ت:۱۴۸] نے امام اعظمؒ سے فرمایا کہ اے فقہاء کی جماعت !! آپ لوگ اطباء ہیں اور ہم (محدثین) دوا فروش ہیں۔ "یا معاشر الفقہاء !! انتم الاطباء ونحن صیادلۃ" (۱)۔

امام وکیع بن الجراحؒ [ت:۱۹۶] فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جو فقہاء بیان کریں وہ بہتر ہے، اس حدیث سے جسے محدثین بیان کریں۔ "حدیث یتداولہ الفقہاء خیر من یتداولہ الشیوخ" (۲)۔

امام سفیان بن عیینہؒ [ت:۱۹۸] قائل ہیں کہ حدیث (پر عمل کرنا) فقہاء کرام (کی سمجھ) کے بغیر گمراہ کن ہے

....

۱)۔ کتاب الثقات لابن حبانؒ ۸/۴۶۷۔

۲)۔ معرفۃ علوم الحدیث ۱/۱۱۔ للحاکمؒ ت ۴۰۵۔

"الحدیث مضلة الا للفقهاء"(۱)۔

امام ترمذیؒ [ت:۲۷۹] لکھتے ہیں کہ صرف فقہاء کرام ہی حدیث کے معانی کو صحیح طور سے سمجھتے ہیں "الفقهاء هم اعلم بمعانی الحدیث"(۲)۔

امام ابن جوزیؒ [ت:۵۹۷] رقمطراز ہیں کہ بلاشبہ حدیث کو سمجھنے میں کئی مشکلات اور باریکیاں ہوتی ہیں جنہیں فقہاء کے بغیر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ "ان فی الاحادیث دقائق وآفات لایعلمها الا الفقهاء"(۳)۔

....

۱)۔ الجامع ص ۱۱۸۔ لابی زید القیروانیؒ ت ۳۸۶۔

۲)۔ الترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، ت ۲۷۹۔ الجامع الکبیر ۲/۳۰۷

۳)۔ ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی، ابو الفرج، ت ۵۹۷۔ دفع شبہ التشبیہ باکف التنزیہ ص ۲۸۔

فصل: امام ابو مطیعؒ اور جرح امام ابن معینؒ

دوسری جرح امام یحیی بن معینؒ [ت:۲۳۳] کی نقل کی جاتی ہے کہ انھوں نے فرمایا "أبو مطیع لیس بشیئ" دوسرے مقام پر فرماتے ہیں "أبو مطیع ضعیف" (۱)۔

یاد رہے کہ محدثین کے نزدیک امام یحیی ابن معینؒ کی جرح وتعدیل کی اپنی اصطلاح ہے۔ چنانچہ ان کی مذکورہ اول جرح کے متعلق امام ابن القطان الفاسیؒ [ت:۶۲۸] فرماتے ہیں کہ امام ابن معینؒ کی بعض احادیث کے متعلق لیس بشیئ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی احادیث تعداد میں کم روایت شدہ ہیں۔ "أن مراد ابن معین بقوله فی بعض الروایات "لیس بشیئ". یعنی أحادیثه قلیلة جدا" (۲)۔ اور اہل انصاف کے

....

۱)۔ الضعفاء الکبیر للعقیلي ۲۵۶/۱۔ الجرح والتعدیل لابن ابي حاتم الرازی ۱۲۲/۳۔

تاریخ بغداد ۲۲۰/۸۔ میزان الاعتدال ۵۷۴\۱ ۔لسان المیزان ۲۴۶\۳ ۔

۲)۔ مقدمة فتح الباري لابن حجر ۴۲۱\۱۔ تحت ترجمة عبدالعزیز بن المختار البصری۔

نزدیک یہ کوئی جرح نہیں ہے۔

امام ابن عدیؒ [ت:۳۶۵] ان کے اس جرح کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ (لفظ) میرے نزدیک برا نہیں۔ "هو عندی لا بأس به"، اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ یہ (جرح) ضعف پر صریح نہیں ہے۔ "هذا ليس بصريح فى تضعيفه"[۱]۔

امام عبدالحی لکھنویؒ [ت:۱۳۰۴] لکھتے ہیں کہ آپ میزان الاعتدال وغیرہ کتب میں اکثر روایوں کے متعلق یحیی بن معینؒ کی جرح "ليس بشيئ" دیکھ لینگے لیکن آپ کو گمان نہ ورغلائے کیونکہ اس جرح سے راوی شدید مجروح نہیں ہوتا۔ "كثيرا ما تجد فى ميزان الإعتدال وغيره فى حق الرواة نقلا عن يحيى بن معين إنه "ليس بشيئ" فلا تغتر به ولا تظنن أن ذلك الراوى مجروح بجرح قوى"[۲]۔

....

۱)۔ تهذيب التهذيب لابن حجر ۹\۴۱۳۔ تحت ترجمة محمد بن قيس الاسدی۔

۲)۔ اللكنوي، عبدالحي ابوالحسنات، ت ۱۳۰۴، الرفع والتكميل ۲۱۲۔

جاننا چاہیئے کہ امام یحیی بن معینؒ کی امام ابو مطیعؒ کو "لیس بشیئ" کہنا، یہ روایت امام ابو الفضل عباس بن محمد الدوریؒ [ت:۲۷۱] سے منقول ہے ،اور ضعف کا قول امام معاویہ بن صالح الاشعریؒ [ت:۲۶۳] سے نقل ہے۔

حالانکہ اس باب کا مبتدی طالب علم بھی اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امام عباس دوریؒ امام ابن معینؒ کے سفر وحضر کا شاگرد تھا کثرت کے ساتھ ان سے سوالات پوچھتے رہتے تھے، ان کے مجالس میں ہمیشہ موجود رہتے تھے، ان کا ہر ہر لفظ اپنے پاس محفوظ کرتے تھے،اور ساری زندگی آخر تک ان ہی کے ساتھ رہے ،یہاں تک کہ امام یحیی بن معینؒ خود بول پڑے کہ وہ ہمارے دوست اور ساتھی ہے، "ھوصدیقنا وصاحبنا"(۱)۔

....

۱)۔ تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانیؒ، ۱۲۹/۵۔

امام دوریؒ نے ان سے اتنی کثرت سے روایات نقل کی ہیں کہ صرف تاریخ معرفۃ الرجال میں انھوں نے امام ابن معین سے ۵۴۱۴ روایات ذکر کئے ہیں ۔ بخلاف معاویہ بن صالح الاشعریؒ کے، کہ وہ ان کے متقدمین تلامیذ میں سے تھے اتنا عرصہ بھی ان کے ساتھ نہیں رہے تھے اور نہ ہی اتنی روایات نقل کی ہیں ۔ آپ نے امام ابن معینؒ سے معرفۃ الرجال کے حوالے سے معدودے چند روایات ذکر کئے ہیں ۔

اہم بات یہ کہ امام دوریؒ امام معاویہ بن صالحؒ سے اثبت واقوی ہے (۱)۔ جب کہ معاویہ بن صالحؒ کو بناء بر اقوال جرح وتعدیل کے حافظ ابن حجرؒ [ت:۸۵۲] نے "صدوق وله الاوهام" قرار دیا ہے (۲)۔

....

۱)۔ سیر اعلام النبلاء : ترجمۃ الدوری ،۱۲/۵۲۳ ۔ ترجمۃ معاویہ بن صالحؒ ، ۱۳/۲۴۔

۲) ۔ تہذیب التہذیب، ۱۰/۲۱۲۔

اس وجہ سے امام دوریؒ کی نقل شدہ قول کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ وہ ان کے آخری دور کے شاگرد رہے تھے اور ان ہی کے ساتھ آخر تک موجود رہے لہذا یہ بھی ممکن ہے کہ امام ابن معینؒ نے معلوم کرلیا ہوگا کہ امام ابو مطیعؒ ضعیف نہیں ہیں صرف قلیل الروایۃ ہیں یا شدید ضعیف نہیں ہے۔

حقیقت تو یہی ہے کہ امام ابو مطیعؒ اس قدر ضعیف راوی نہیں کہ اس پر اتنی شدت سے جرح کی جائے بلکہ ان پر جرح مفسر بالسبب ہے بھی نہیں۔ ہاں البتہ بعض حضرات نے ان پر جرح سے ابہام دور کرنے کیلئے انہیں مرجیٔ لکھا ہے[1]۔

فن ہذا کے مبتدی طالبعلم سے بھی یہ مخفی نہیں کہ ارجاوجۂ جرح نہیں بن سکتی۔ چنانچہ امام عبدالحی لکھنوی ارجا محمودہ پر جرح کے بارے میں رقمطراز ہیں "وھذا لیس بجرح

....

1)۔ الرازی، ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن محمد، ت ۳۲۷۔ الجرح والتعدیل ۱۲۲/۳۔ البستی، محمد بن حبان، ت ۳۵۴۔ المجروحین ۲۵۰/۱۔

موجب لترکھم"[1]۔

فصل : حقیقت ارجاء

جاننا چاہیئے کہ حضرت علیؓ [ت:۴۰] کے زمانہ میں ان کے کچھ شیعیان نے ایک عقیدہ تراشہ کے مرتکب کبیرہ کافر ہوجاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے خود ساختہ نظریہ کے بنا پر حضرت علیؓ سے الگ ہوگئے، اور خوارج کہلائے۔

ان کے مدمقابل کچھ اور لوگ نمودار ہوئے اور اپنا یہ اعتقاد بنایا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ پکا مومن ہی رہتا ہے۔ کیونکہ بندے کے افعال تو خدا تعالی ہی سرانجام دیتا ہے جبکہ بندہ مجبور محض ہے، لہذا مومن جتنے بھی گناہ کرلے وہ ہرگز دوزخ نہیں جائے گا بلکہ وہ سیدھا جنت ہی میں چلا جائے گا۔ ان کی اس امید و رجائیت کی بنا پر انہیں فرقہ مرجئہ، اور ان کے اس اعتقاد کو ارجاء کہا جانے لگا[2]۔

....

۱)۔ الرفع والتکمیل، ۸۲۔

۲)۔ البغدادی، عبدالقاہر، ت ۴۲۹۔ الفرق بین الفرق ص ۵۱، ۱۵۳۔

امام اعظمؒ نے بصرہ کے امام عثمان بتّیؒ [ت: ۱۴۳]
کو جوابی خط میں فرمایا کہ اہل قبلہ مسلمان ہیں، میں ان کو انکی فرائض کی کوتاہی میں اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ پس جس نے اپنے ایمان کے ساتھ سبھی فرائض میں اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی وہ ہمارے نزدیک جنتی ہے، اور جس نے ایمان اور عمل صالح کو چھوڑا وہ کافر اور جہنمی ہے، اور جو اپنے ایمان پر صحیح رہا اور اعمال صالحہ میں کچھ کوتاہی کی تو وہ گنہگار مسلمان ہے۔ اب اسکے متعلق اللہ تعالی کی مشیت ہے چاہے اسے عذاب دے چاہے اسے بخش دے "اهل القبلة مومنون لست اخرجهم من الايمان بتضييع شيئ من الفرائض. فمن اطاع الله تعالى فى الفرائض كلها مع الايمان كان من اهل الجنة عندنا، ومن ترك الايمان والعمل كان كافرا من اهل النار، ومن اصاب الايمان وضيّع شيأ من الفرائض كان مومنا مذنبا. وكان

....

لله تعالی فیه المشئیة ان شاء عذبه وان شاء غفر له"[1]۔

اسی بناء پر محقق علماء نے ارجاء کی دو قسمیں بیان بتائی ہے ، اوراول الذکر کو ارجاء مذمومہ جبکہ ثانی الذکرکوارجاء محمودہ (ارجاء اہل السنۃ) قرار دے دیا[2]۔ سیدی امام اعظمؒ ان دو قسموں کے متعلق فرماتے ہیں کہ ارجاء کی یہ پہلی قسم ملعونہ ہے، اور میں اس سے بری ہوں ، جبکہ ارجاء کی یہ دو قسم مرحومہ ہے اور میں اسی قسم سے تعلق رکھتا ہوں[3]۔

ہمارے سادات علماء حنفیہؒ نے علم الکلام میں جتنی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان تمام کتابوں میں اس مسئلہ

....

۱)۔کتاب الرسالۃ للامام الاعظمؒ ضمن العقیدۃ علم الکلام للکوثریؒ ص ۶۳۱۔

۲)۔ السالمی،ابوشکور، ت بعد ۴۶۵،التمہید فی بیان التوحید ۳۵۴۔ البرکلی، محمد بن علی ت ۹۸۱ ۔ الطریقۃ المحمدیۃ ۲۹۹/۱ مع شرح الخادمی ،ت ۱۱۵۶۔ الرفع والتکمیل ص ۳۶۱۔ الکوثریؒ ، محمد بن زاہد، ت ۱۳۷۱، تانیب الخطیب ۴۴۔

۳)۔ التمہید للسالمیؒ ص ۳۵۴۔ امام ابوشکور سالمیؒ نے یہ عبارت امام اعظمؒ کے رسالے کا خلاصہ ان ہی کے لفظوں میں کیا ہے۔ فافہم

اسی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے[1]۔ ان علماء کرام میں ہم امام ابو مطیعؒ کی عبارت کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ ہمارا مطلوب حاصل ہو۔

....

۱)۔ الماتریدی، محمد بن محمد، ابو منصور، ت ۳۳۳۔ کتاب التوحید ۴۱۸۔ السمرقندی، نصر بن محمد، ابو اللیث، ت ۳۷۵۔ شرح الفقہ الاکبر ۱۸۔ التمہید للسالمیؒ ۱۳۳۔ النسفی، میمون بن محمد، ابو المعین، ت ۵۰۸۔ بحر الکلام ۱۶۳۔ الشیبانی، اسماعیل بن ابراہیم ت ۶۲۹۔ شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۲۸۔ النسفی، عبداللہ بن احمد، ابو البرکات، ت ۷۱۰۔ الاعتماد فی الاعتقاد ۳۰۴۔ المقدسی، حسن بن ابی بکر، ابن بقیرۃ، ت ۸۳۶۔ غایۃ المرام شرح بحر الکلام ۵۵۵۔ العمادی، محمد بن محمد، ابو سعود، ت ۹۸۲۔ تفسیر ابی سعود ۳۹۹/۵ القاری، علی بن سلطان، نور الدین، ت ۱۰۱۴۔ شرح الفقہ الاکبر ۱۲۷۔ الازمیری، محمد بن ولی الدین، ت ۱۱۵۶۔ شرح العقائد الماتریدیۃ ۳۵۸۔ الآلوسی، سید محمود شہاب الدین، ت ۱۲۷۰۔ تفسیر روح المعانی ۳۷۰/۲۴۔ القاوقجی، محمد بن خلیل، ابو المحاسن، ت ۱۳۰۵۔ مختصر الاعتماد فی الاعتقاد ۱۹۔ المقرئ، محمد طیب، ت ۱۴۰۳۔ شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۱۵۶۔

چنانچہ امام ابو مطیعؒ الفقہ الابسط میں امام اعظمؒ کا قول ان سے روایت فرماتے ہیں کہ جس نے ناحق خون کیا، یا چوری کی، یا راہگیروں کو لوٹا، یا فسق و فجر کیا، یا زنا کیا، یا شراب نوشی کی، تو وہ مسلمان گنہگار ہوگا کافر نہیں ہوگا، دراصل ان گناہوں کی وجہ سے اسے دوزخ میں عذاب دیا جائیگا، لیکن پھر اپنے ایمان کی بدولت دوزخ سے نکلے گا۔ "من قتل نفسا بغیرحق، او سرق، او قطع الطریق، او فجر او فسق، او زنا، او شرب الخمر او سکر، فھو مومن فاسق، ولیس بکافر۔ وانما یعذبھم باحداث فی النار ویخرجھم منھا بالایمان"(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو مطیعؒ کو مرجیٔ ضال کہنا ناجائز ہے، ہاں البتہ وہ ارجاء محمودہ میں اپنے استاد کے مقلد ہیں تبھی تو ان کا قول روایت کرکے رسالے لکھا ہے۔ فافہم۔

....

۱)۔ الفقہ الابسط، ضمن العقیدۃ وعلم الکلام ۶۰۵۔

فصل: امام ابو مطیعؒ اور دیگر جروحات

امام ابو مطیع بلخیؒ پر ان دونوں حضرات ائمہؒ کی اس جرح مبہم بلا سبب کی ایسی تقلید ہوئی کہ ہر کسی نے امام ابو مطیعؒ پر جروحات کی بھرمار شروع کردی ۔ انھوں نے ان دو امامان وقت رحمھما اللہ کی طرح جرح مبہم بلا سبب مقلَد (ان کی تقلید میں) کی ہیں ۔ کچھ ان دونوں ائمہ کے تلامیذ ہیں اور کچھ فقط ناقلین ہیں ۔

جن میں ایک جرح امام ابو داودؒ [ت:۲۷۵] کا ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا ان کی روایات کو محدثین نے ترک کی ہیں وہ جہمی تھے "ترکوا حدیثه وکان جهمیا"(۱) ۔

اولاً خیال رہے کہ امام ابو داودؒ نے جرح کرتے ہوئے فرمایا "وکان جهمیا" یعنی جرح کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ابو مطیعؒ متروک اسلئیے ہیں کہ وہ جہمی تھے ۔ حالانکہ یہ بالکل بھی حقیقت نہیں ہے، محض ان پر الزام ہے ۔

....

۱) ۔ تاریخ بغداد ۸\۲۲۱ ۔

اگر بالفرض وہ جہمی ہوتے بھی، تو یہ جہمی ہونا جرح نہیں ہے، ورنہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی رواۃ میں بھی کئی ایک مرجیٔ، جہمی، قدری، خارجی اور شیعہ راوی موجود ہیں[1]۔

ثانیاً اصطلاح "متروك" اور "ترکوہ" کے بارے میں

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں علی بن مدینیؒ [ت:۲۳۴] فرماتے ہیں کہ ابن جریجؒ [ت:۱۵۰] اور قیس بن سعدؒ [ت:۱۱۹] نے امام عطاء بن ابي رباحؒ [ت:۱۱۴] سے ان کے آخری عمر میں روایت لینی ترک کی تھی۔ امام ذہبیؒ اس کا مطلب واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے محدثینؒ کی ترک اصطلاحی (تضعیف) مراد نہیں، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان سے کتابت حدیث لینی ترک کی تھی "قال علی بن المدینی: كان عطاء باخرة قد تركه ابن جريج، وقيس بن سعد۔ قلت -أي الذهبي- لم يعن الترك الإصطلاحي، بل عنى أنهما بطلا -أي تركا-

....

1)۔ هدی الساری لابن حجرؒ ص ۴۰۹۔ تدریب الراوی للسیوطیؒ ۱/۳۳۸۔

الکتابۃ عنہ"[1]۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ [ت:۱۴۱۷] امام ذہبیؒ کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ترک کا اطلاق صرف ترک کتابت پر ہوگا نہ کہ ترک روایت پر۔ "وقد یطلق الترك علی معنی ترك الکتابة عنه، لا ترك حدیثه[2]۔

نیز:- ترک کتابت راوی کی زندگی میں ہوتی ہے جب کہ اس کی روایت اس کی وفات کے بعد بھی روایت کی جا سکتی ہے۔

ثالثاً امام ابو مطیع بلخیؒ پر کسی نے بھی جرح مفسر بالسبب نہیں فرمائی، بلکہ امام ابو داودؒ کی طرح کسی نے مرجئ کہہ کر جرح کی، کسی نے صاحب رائے کہہ کر جرح کی[3]، اور یہ جرح ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

....

۱)۔ میزان الاعتدال، ترجمۃ عطاء بن ابی رباح، ۳\۷۰۔

۲)۔ ابو غدہ، عبد الفتاح، ت ۱۴۱۷۔ التعلیقات علی الرفع والتکمیل ص ۱۵۳۔

۳)۔ طبقات ابن سعد ۷/۲۶۴۔ ابن حبان البستی، ت ۳۵۴، المجروحین ۱/۲۵۰۔

سیدی امام کوثریؒ [ت:۱۳۷۱] لکھتے ہیں کہ ان پر محدثین نے اپنی عادت کے مطابق تجہم و ارجاء اور رائے کے نشتر چلائے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بعض لوگ اختلاف مذاہب کی وجہ سے ذاتیات پر اترآتے ہیں ،اور یہ مقام افسوس ہے۔ ہم اللہ تعالی ہی سے سلامتی مانگتے ہیں۔"تکلموا فیہ علی عاداتهم و رموا بالتجهم و الإرجاء والرأى۔ واختلاف المذاهب يؤدى فى بعض النفوس إلى إختلاف القول فى المرء۔ ولهذا مايؤسف له نسئال الله السلامة"[1]۔

....

۱)۔ الكوثرى، زاهد بن محمد، شيخ الاسلام، ت۱۳۷۱، مقدمة الفقه الابسط ، ضمن كتاب العقيدة وعلم الكلام ۵۹۷۔

فصل: تہمت وضع

جرح وتعدیل کی چند ایک کتب میں امام ابو مطیعؒ پر وضع حدیث کی تہمت لگائی گئی ہے لیکن یاد رہے یہ تہمتِ وضع سب سے پہلے امام ابن حبانؒ [ت:۳۵۴] نے ان پر لگایا ہے چنانچہ وہ عثمان بن ابراہیم مغربی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حماد بن سلمہ سے انھوں نے ابومہزم سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے انھوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایمان کی زیادتی اور کمی کفر ہے۔ یہ موضوع روایت عثمان بن ابراہیم نے ابو مطیعؒ سے سرقہ کیا ہوا ہے، جبکہ ابو مطیعؒ نے اس روایت کو وضع کیا ہے (۱)۔

ان کے بعد امام ابن قیسرانیؒ [ت:۵۰۷] نے ان کی اتباع میں ابو مطیعؒ پر تہمت وضع کی مہر ثبت کی (۲)۔

....

۱)۔ المجروحین لابن حبان ۲/۱۰۳۔

۲)۔ ابن قیسرانی، محمد بن طاہر، ابو الفضل الشیبانی، ت ۵۰۷۔ تذکرۃ الحفاظ من اطراف احادیث کتاب المجروحین ۱/۱۲۹۔

حالانکہ یہی امام ابن قیسرانیؒ باوجود اس کے، اپنی دوسری کتاب میں ابو مطیع بلخیؒ کو (واضع الحدیث نہیں بلکہ صرف) ضعیف الحدیث قرار دیتے ہیں(۱)۔

اسی طرح ابن حبانؒ کی تقلید میں امام جورقانیؒ [ت:۵۴۳] نے امام ابو مطیعؒ پر تہمت وضع بیان کی ہے (۲)۔ ان کے علاوہ جتنے بھی جرح و تعدیل کے مسند نشین اصحاب الحدیث ہیں، کسی نے بھی ان پر وضع الحدیث کا تہمت نہیں لگایا۔ کم از کم صرف اتنا کہا ہے کہ وہ ضبط اثر میں کمزور ہیں۔ لہذا ان سے روایت نہ لی جائے، جب تک ان کا کوئی متابع موجود نہ ہو۔ اور اس کے بوجود ان کی خوب مدح سرائی بیان کرتے ہیں (۳)۔

....

۱)۔ ذخیرۃ الحفاظ من الکامل ابن عدی ۲۰۱۵/۴۔

۲)۔ الجورقانی، الحسین بن ابراہیم، ابو عبداللہ الہمدانی، ت ۵۴۳، الاباطیل ۱۴۷/۱۔

۳)۔ ابن عدی، ابو احمد الجرجانی، ت ۳۶۵۔ الکامل فی الضعفاء ۵۰۳/۲۔ میزان الاعتدال للذہبی۔ ۵۷۴/۱۔ لسان المیزان لابن حجر۔ ۲۴۶/۳۔

ابن حبانؒ کی اسراف جرح

یادرہے امام شمس الدین ذہبیؒ اور امام عبد الحیؒ لکھنویؒ [ت:۱۳۰۴] نے ابن حبانؒ کو حد سے زیادہ جرح کرنے میں مشہور قرار دیا ہے(۲)۔ **نیز:**- امام ذہبیؒ دوسری جگہ امام ابن حبانؒ کے متعلق لکھتے ہیں ابن حبان ہمیشہ بجلی کی کڑک کی طرح (حد سے زیادہ جرح کرنے میں) گونجتا ہے، جیسا کہ ان کی عادت ہے(۳)۔

....

۱)۔ میزان الاعتدال، ترجمۃ: سوید بن عمرو الکلبی، ۴۳۶/۱۔ الرفع التکمیل فی الجرح والتعدیل ص ۲۷۵۔

۳)۔ میزان الاعتدال، ترجمۃ: عثمان بن عبدالرحمن الطرائفی، ۱۸۵/۳۔

ضروری بات

امام خلیلیؒ [ت:۴۴۶] نے امام ابو مطیع بلخیؒ کو صالح الحدیث قرار دیا ہے "ابومطیع الحکم بن عبداللہ،روی عن مالك ،وکان مرجئا۔وھو صالح فی الحدیث، الا ان اھل السنة امسکوا عن روایة حدیثه"(۱)۔

اسی طرح محدث کبیر امام انور شاہ کشمیریؒ [ت:۱۳۵۳] فرماتے ہیں کہ ابو مطیع حکم بن عبداللہ، امام ابو حنیفہؒ [ت:۱۵۰] کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں کلام

....

۱)۔الخلیلی، خلیل بن عبداللہ، ابویعلی الخلیلی، ت ۴۴۶۔ الارشاد فی معرفہ علماء الحدیث ۲۷۶/۱۔

حافظ ابن حجرؒ [ت:۸۵۲] نے اسی قول کی نسبت کتاب الضعفاء للعقیلیؒ [ت:۳۲۲] کی طرف کی ہے جو کہ صحیح نہیں، کیونکہ الضعفاء کے سارے نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ شاید عقیلی اور خلیلی کی عبارات کی ان پر تسامح واقع ہوا ہوگا۔ دیکھئے لسان المیزان لابن حجر ۲۴۶/۳۔

موجود ہے، تاہم وہ میرے نزدیک (تعدیل کے مرتبہ میں) صدوق ہیں "ابومطیع الحکم بن عبداللہ، تلمیذ ابی حنیفۃ۔ وھو متکلم فیہ، ولکن عندی ھو صدوق"[1]۔

قول فیصل

امام ابو مطیع بلخیؒ کے متعلق قول فیصل یہی بنتا ہے کہ وہ خود بہت بڑے فقیہ اور حافظ مسائل تھے[2]، فی نفسہ صدوق[3] اور صالح الحدیث[4] تھے، تاہم وہ ضبط اثر میں کمزور تھے[5]۔ ان کی اکیلی روایتِ حدیث قابل قبول نہیں ہوگی جب تک ان کا کوئی متابع نہ ہو[6]۔

....

۱)۔ الکشمیری، انور شاہؒ ت ۱۳۵۳۔ العرف الشذی شرح جامع السنن للترمذیؒ ۱/۴۱۵۔

۲)۔ تاریخ اسلام للذہبیؒ ۴/۱۰۹۷۔

۳)۔ الکشمیری، انور شاہؒ ت ۱۳۵۳۔ العرف الشذی شرح جامع السنن للترمذیؒ ۱/۴۱۵۔

۴)۔ الخلیلی، خلیل بن عبداللہ ابویعلی ت ۴۴۶۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۱/۲۷۶۔

۵)۔ میزان الاعتدال ۴/۵۷۴۔

۶)۔ ابن عدی، ابو احمد الجرجانی، ۳۶۵۔ الکامل فی الضعفاء ۲/۵۰۳۔

فصل: متنازعہ عبارت کی اصلاح

امام ابو مطیع بلخیؒ الفقہ الابسط میں امام اعظمؒ کا ایک قول نقل کرتے ہیں، جس کی بناء پر بھی ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ چنانچہ وہ امام اعظمؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو کہے مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین پر، تو اس نے کفر کیا۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ وہ عرش پر ہے، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین پر (تو اس نے بھی کفر کیا)۔ "من قال لا اعرف ربی فی السماء او فی الارض فقد کفر۔ وکذا من قال انه علی العرش، ولا ادری العرش أفی السماء او فی الارض"(۱)۔

اسکی تشریح میں امام اللیث سمرقندیؒ [ت: ۳۷۵] رقمطراز ہیں کہ اس قول سے اللہ تعالی کیلئے مکان کا خیال آتا ہے جسکی وجہ سے وہ بندہ مشرک بن جاتا ہے۔ "لانه بهذا القول

....

۱)۔ الفقہ الابسط، ضمن العقیدۃ وعلم الکلام للکوثریؒ ص ۶۰۷۔

یوهم ان یکون له مکان، فکان مشرکا"(۱)۔

علامہ عزبن عبدالسلامؒ [ت۶۶۰] لکھتے ہیں کہ اس بندے نے اس وجہ سے کفر کیا کہ اس نے باری تعالی کے لئے مکان مانا ہے۔"لان ھذا القول یوھم مکانا"(۲)۔

امام اعظمؒ کی دوسری کتاب کی عبارت اس موہم قول کی واضح تفسیر بیان کرتی ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالی بغیر کسی حاجت و استقرار کے عرش پر مستوی ہے۔اور وہی تو عرش وغیرہ کا محافظ ہے، پسِ اگر(وہ عرش کیلئے) محتاج ٹھہرے تو مخلوق کی طرح ایجادِ عالَم اور اسکے تدبیر پر قادر نہ ہوتا۔پس اگر وہ ٹھہرنے اور قرار پکڑنے کیلئے محتاج ہے، تو خلقتِ عرش سے پہلے اللہ تعالی کہاں تھا۔اللہ تعالی اس (عرش پر بیٹھنے)سے بلند و برتر ہے۔

....

۱)۔السمرقندی،نصربن محمد، ابو اللیث، ت۳۷۵۔ شرح الفقہ الاکبر۲۵۔

۲)۔عزیزالدین بن عبدالسلام الدمشقی، ت ۶۶۰۔ حل الرموز و مفاتیح الکنوز ۱۳۶۔

نقر بان الله على العرش استوى من غير ان يكون له حاجة اليه

او استقرار۔ وهو حافظ للعرش وغير العرش ،فلو كان محتاجا لما

قدر على ايجاد العالم و تدبيره كالمخلوق۔ ولو كان محتاجا الى

الجلوس و القرار، فقبل خلق العرش اين كان الله تعالى۔ تعالى

الله عن ذلك علوا كبيرا[1]۔

....

۱)۔ کتاب الوصيه للامام الاعظمؒ برواية الامام ابي يوسف القاضيؒ ضمن العقيدة وعلم الكلام للامام الكوثريؒ ص ٦٣٦۔

خاتمہ

امام ابو مطیعؒ ایک حق گو عالم دین تھے (۱)۔ ایک دفعہ خلیفۂ وقت نے والی بلخ کو ایک فرمان بھیجا جس میں اس کے وزیر یحیی بن برمک کے متعلق آیت لکھی گئی تھی۔ "وآتینہ الحکم صبیا" [سورۃ مریم :۱۲] جس پر آپ نے ان کے سامنے ایسا بے باکانہ اور نڈر انداز میں خطاب وعظ فرمایا کہ والی بھی رونے لگا، اپنے کئے پر نادم ہوا، خلیفہ کو فرمان واپس بھیج دیا اور بارگاہ الٰہی میں توبہ تائب ہوا۔ پھر اگلے روز جمعہ کو وہی خطاب و وعظ عوام الناس کے سامنے کیا تو پورے مجمع پر گریہ طاری ہوا اور سب بلک بلک کر رونے لگے (۲)۔

امام شوذب بن جعفرؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام ابو مطیعؒ کو ایک رات خواب میں دیکھا گویا کہ میں ان سے

....

۱)۔ الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ للغزیؒ، ۲۴۳۔

۲)۔ العبر فی اخبار من غبر للذہبیؒ ۲/۲۵۸۔

پوچھ رہا ہوں کہ اللہ تعالی نے آپکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ؟ ؟
فرمانے لگے کہ خدا تعالی نے مجھے بخش دیا"(۱)۔

تمت بالخیر

وللہ الحمد وصل اللہ علی النبی الامی

....

۱)۔ تاریخ بغداد ۲۱۹/۸۔



